ڈاکٹر محمد یاسین مظہر صدیقی نے گذشتہ ۴۰ برس سے سیرت نگاری کو اپنا میدانِ تحقیق بنا کر، اُردو میں بہت سا ذخیرہ منتقل کیا ہے۔ اس دوران وہ جن مآخذ سے استفادہ کرتے رہے، ان میں سے اکثر مصنفین کے احوال و آثار اور خصوصاً سیرت نگاری کے حوالے سے ان کے علمی ورثے پر بطور تعارف مظہر صاحب نے ایک منصوبے کے تحت مضامین لکھے۔ یہ کتاب انھی مفصل اور مختصر مضامین پر مشتمل ہے۔ انھوں نے بجا طور پر لکھا ہے: ''سیرت نگاری کا ابتدائی رجحان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام و فرامین اور تشریعی نوعیت کے واقعات و کوائف جمع کرنے کے اوّلین کارنامے کی شکل میں اُبھرا، جو حدیث وسنت کا ذخیرہ کہلایا۔ یہی وجہ ہے کہ تمام ابتدائی مؤلفینِ سیرتؐ اپنی اپنی جگہ ماہرینِ فنِ حدیث اور محققینِ کتاب وسنت تھے''۔ (ص ۵۱)

انھوں نے قارئین کو امام عروہ بن زبیر (۲۲-۹۴ ہجری) سے لے کر مولانا محمد ادریس کاندھلوی (۱۳۱۷-۱۳۹۴ ہجری) تک (۲۵+۲۴) ۴۹ اہلِ علم وفن سے روشناس کرانے کی سبیل پیدا کی ہے۔ ان مضامین میں مؤلف نے محض حالات ہی نہیں لکھے، بلکہ جہاں ضروری تھا اختصار کے ساتھ تنقید وتبصرہ بھی کیا ہے، تاکہ قاری دوسرے پہلو سے بھی واقف ہوسکے۔

مثال کے طور پر ابنِ اسحاق کے بارے میں لکھتے ہیں: ''[انھیں] روایات کثرت سے جمع کرنے کا شوق تھا...... روایت و درایت دونوں لحاظ سے ابن اسحاق کی متعدد مرویات مشتبہ بھی ہیں اور بعض اوقات قابلِ ذکر رد بھی'' (ص ۸۰، ۸۱، اوّل)۔ اسی طرح علّامہ واقدی کے بارے میں لکھتے ہیں: ''سیرت و تاریخ میں واقدی کی مہارت ہی نہیں بلکہ امامت مسلّم ہے'' (ص ۱۴۹)، مگر اسی صفحے پر امام بخاری کا یہ قول بھی درج کرتے ہیں: ''وہ [واقدی] متروک الحدیث تھے۔ ان کو امام احمد بن حنبل نے ترک کر دیا تھا۔ معاویہ بن صالح کا بیان ہے کہ واقدی کذّاب ہیں'' (۱۴۹-۱۵۰)۔ پھر دونوں نقطہ ہائے نظر کا تجزیہ کرنے کے دوران بتاتے ہیں کہ دراصل: ''واقدی کو غیر ثقہ، ضعیف اور ناقابلِ اعتماد قرار دینے والے علما و محققین نے ناقدین کے عمومی بیانات پر زیادہ تکیہ کیا ہے۔ ابھی تک واقدی کی روایات واحادیث کا کوئی تجزیاتی مطالعہ نہیں کیا گیا'' (ص ۱۵۰، ۱۵۱)۔ زیرنظر کتاب میں شامل ان مضامین میں ڈاکٹر صدیقی نے شخصیات پر بھی بحث کی ہے۔

جلد اوّل کے شروع میں سیرتِ نبویؐ پر تحقیق وتحریر کے آغاز اور ارتقا پر مقدمہ تحریر کیا ہے۔